شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ **رحیمیہ** لاہور

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا **مفتی عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

اگست 2019ء / ذوقعدہ، ذوالحجہ 1440ھ جلد نمبر 11، شمارہ نمبر 8 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

ترتیبِ مضامین

- موت وحیات کے تناظر میں قرآنی تعلیمات کی حقانیت
- قربانی کی حکمت
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور قربانی
- 14 اگست اور بھولی بسری تاریخ کے مباحث
- وزیروں کے اوصاف اور اُن کی ذمہ داریاں (1)
- حضرت میاں شاہ عبدالرحیم سرساویؒ کی دور اندیشی
- بدلتی دنیا اور نیا پاکستان
- خلیج فارس میں تیل کے ٹینکروں پر حملہ!
- ذوالحجہ کی خصوصیت اور دینِ حنیفیت
- عقل وشعور کے ساتھ حج کے عاشقانہ اعمال
- حج نظم وضبط اور اجتماعیت پیدا کرتا ہے
- حجۃ الوداع میں غلبۂ اسلام کا اعلان
- مسیح الملک حکیم حافظ اجمل خاںؒ
- احکام ومسائل قربانی وعیدالاضحیٰ
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''پہلے زمانے میں جو لوگ حج کو جاتے تھے، کئی (مہینوں یا) سال میں (حرمین شریفین) پہنچتے تھے، مگر اب سواریوں میں ترقی ہو جانے سے ہوائی جہاز سے (سفر کیا جائے) تو چند گھنٹے میں جا کر حج کر لیتے ہیں اور اسی طرح واپس آ جاتے ہیں۔ اور آئندہ شاید اس سے بھی سریع السّیر (تیز رفتار) سواری نکل آئے۔ اب یوں نہیں کہہ سکتے کہ آج کل کے حاجی کا حج نہ ہوا، یا کچھ ناقص حج رہا۔ وہ (حج کی قبولیت) تو خلوص پر موقوف ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کسی آج کل کے حاجی کا حج کسی ماضی کے حاجی کے حج سے (مشقت میں) کم ہو، مگر خلوص کی وَجہ سے برابر ہی ہو، یا اَور زیادہ کامل ہو خلوص کی زیادتی کی وَجہ سے۔ مگر ان سفروں کی مشقتوں کو حج کی (قبولیت کے حوالے سے) حیثیت مقرر کرنے میں کوئی دخل نہیں۔ اور اگر کسی طرح دخل بھی مانیں تو ان کو وہی (اپنے زمانے کے سفر) کی مشقت' مشقت تھی۔ اور آج کل کے لوگوں کو آج کل کا سفر بھی ویسا ہی مشقت کا پڑتا ہے۔''

(مجلس: یکم صفر المظفر ۱۳۶۶ھ/26 دسمبر 1946ء مقام: ڈھڈیاں)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 282، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org

Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** **الائیڈ بینک** مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0533**

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

موت وحیات کے تناظر میں قرآنی تعلیمات کی حقانیت

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝

(تم کس طرح کافر ہوتے ہو خدائے تعالیٰ سے، حال آں کہ تم بے جان تھے، پھر زندہ کیا تم کو، پھر مارے گا تم کو، پھر زندہ کرے گا تم کو، پھر اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔) (28:2)

گزشتہ آیات میں کہا گیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں کسی مثال کے ذریعے سے کوئی بات سمجھاتا ہے تو کافر اور منافق گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ اس آیت میں قرآنی تعلیمات کا انکار کرنے والے منافقین اور فاسقین پر انسانی زندگی اور موت کے مختلف مراحل پر غور و فکر کے ذریعے قرآنی تعلیمات کی حقانیت واضح کی جا رہی ہے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ: جو لوگ قرآن حکیم کی بیان کردہ عمدہ مثالوں کے باوجود قرآنی تعلیمات کا انکار کرتے ہیں، معاہدات کی پابندی، رشتے داروں سے صلہ رحمی، زمین میں عدل و انصاف کے بجائے ظلم و ناانصافی، رشتے داروں کے حقوق توڑتے اور معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ایسے لوگ دراصل اللہ کے منکر ہیں۔ وہ اللہ کا یہ حق نہیں مان رہے کہ وہ قرآن حکیم کی صورت میں ایسی ہدایات نازل کر سکتا ہے۔ اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے، جو انسانوں کو زندگی اور موت دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۝ (95:6) (زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔ یہ اللہ ہے۔ پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو)۔ موت و حیات اُس کے قبضے میں ہے تو اللہ تعالیٰ انسانوں کی کامیابی کے لیے عدل پر مبنی سچی تعلیمات کیوں نازل نہیں کر سکتا۔ تم اس کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ: اب ذرا غور کرو کہ پہلے تم مردہ تھے، پھر اللہ نے تمھیں زندہ کیا۔ وہی ہے، جس نے موت اور حیات دونوں کو پیدا کیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ''خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ'' (2:67) (اللہ نے موت کو اور زندگی کو پیدا کیا)۔ یاد رہے کہ موت بھی اپنا ایک وجود رکھتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے پہلے محض عدم نہیں تھا، بلکہ اُس کا وجود اپنے آباؤ اجداد کے سینوں اور پشتوں میں موجود تھا۔ اس وقت وہ اپنا ایک الگ زندہ وجود نہیں رکھتا تھا۔ اللہ کی طاقت اور قدرت نے اسے اس مردہ حالت سے نکال کر ایک نئی زندگی عطا کی۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے، جو ''زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔'' (95:6)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کی دو موتیں اور دو زندگیاں ہیں۔ پہلے اُس کا بدن مردہ تھا۔ یہی مردہ وجود ایک نئی زندگی کا تقاضا کر رہا تھا۔ اسی میں اُس کی قوتِ حیات پوشیدہ تھی۔ فرشتے نے آ کر ماں کے پیٹ میں اُس کے بدن میں ''روحِ ملکوتی'' رکھی۔ اس سے بدنِ انسانی میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ اس طرح اس کی ''روحِ حیوانی'' ایک خودکار نظام کے تحت اپنی ماں کے پیٹ سے اپنی ضروریات پورا کرنے لگی۔ انسان کی دنیا میں آمد سے پہلے اُس کے جسمانی وجود میں صرف حیوانی اور بہیمی تقاضے موجود تھے۔ نوعِ انسان کے فطری اور انسانی تقاضوں کو پورا کرنے کے حوالے سے وہ مردہ تھا۔ پھر اللہ نے اُس کے وجود میں روحِ ملکوتی نازل کر کے یہ استعداد پیدا کی کہ وہ دنیا میں آ کر ایسا متوازن فرد بن جائے، جسے فطرت کے اصولوں پر اللہ کا نائب بن کر خلافت کا نظام قائم کرنا ہے۔ جیسا کہ اگلے رکوع کی پہلی آیت میں آدمیت کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اُسے اس زمین پر اللہ کا خلیفہ بن کر عدل و انصاف کا نظام قائم کرنا ہے۔ فساد مچانے، قتل و غارت گری کرنے کے ذریعے سے خون بہانے سے باز رہنا ہے۔ خلافت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی تعلیم اللہ تبارک و تعالیٰ خود اسمائے الٰہیہ کے ذریعے سے سکھائے گا۔ اسی سلسلے میں انبیا علیہم السلام پر مقدس کتابیں نازل کی گئی ہیں۔

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ: انسان کو اس دنیا کی زندگی میں آ کر خلافت کے حوالے سے اپنی مفوّضہ ذمہ داریوں اور طے کردہ اعمال کرنے کے لیے مقررہ وقت گزارنا ہے۔ پھر دنیا کی زندگی میں تمھاری روح اور ''نفسِ ناطقہ'' کے ساتھ اعمال کے جو نتائج وابستہ ہوئے ہیں، ان کا حساب دینے کے لیے اس دنیا سے جانا ہے۔ یہ اس زندگی کا لازمی تقاضا ہے۔ اس لیے اللہ تمھیں دوبارہ موت دے گا۔ اس دوسری موت کے نتیجے میں تمھیں ایک اَور زندگی عالمِ برزخ، حشر اور جنت یا دوزخ وغیرہ کی حاصل ہونی ہے۔ وہی ہے جو ''مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔'' (95:6) اس کے بعد پھر کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس دوسری موت کے بعد دنیا میں کیے ہوئے تمھارے تمام کاموں کا حساب و کتاب ہونا ہے۔ اپنی دنیا کی زندگی کے نتائج تمھیں دوسری زندگی میں بھگتنا ہوں گے۔

دنیا میں قرآنی تعلیمات کی اساس پر خلافت کا نظام قائم کرو گے اور خدا پرستی اور انسان دوستی کے راستے پر چلو گے تو دوسری موت کے بعد تمھاری دوسری زندگی آسان ہوگی اور تم ترقیات حاصل کرو گے۔ اور اگر اللہ کا انکار کیا، اُس سے کیے ہوئے میثاقِ الست اور انسانوں سے کیے ہوئے معاہدات کی خلاف ورزی کی، انھیں توڑا، خونی رشتوں کا احترام نہیں کیا، زمین میں فساد مچایا تو دوسری موت کے بعد تمھاری دوسری زندگی تمھارے لیے سخت اذیت، تکلیف اور ہمیشہ کے عذاب کا باعث بنے گی۔ اُس دوسری زندگی کے بعد کبھی موت طاری نہیں ہوگی۔ دنیا میں حاصل ہونے والی اپنی زندگی میں تم نے خلافتِ الٰہیہ کے مطابق اعمال کیے تو تم جنت میں داخل ہوگے۔ وہاں اپنی دوسری زندگی میں ہمیشہ کامیاب و کامران ہو کر رہو گے۔

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝ (پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے): دوسری زندگی میں تمھیں اللہ کے حضور لوٹ کر واپس جانا ہے۔ ایسی صورت میں لازمی ہے کہ اپنی زندگی کے ان دونوں مرحلوں میں قرآنی تعلیمات کی طرف توجہ دو۔ اس کا عملی طریقہ اپنی پیدائش کے اصل مقصد 'خلافت کے قیام' کو یاد رکھو۔ خلافت کے اس نظام کو قائم کرنے کے لیے جن تعلیمات کی ضرورت تھی، وہ قرآن حکیم فرقانِ حمید کی صورت میں رسول اللہ ﷺ پر نازل کر دیا گیا ہے۔ اس کی اتباع کرنے میں ہی کامیابی ہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ ہی تمھاری زندگی کے لیے روح نازل کرتا اور آخرت کی ترقیات کے لیے موت نازل کرتا ہے تو دنیا اور آخرت کی زندگی کو آسان بنانے کے لیے قرآنی تعلیمات بھی وہی نازل کرنے والا ہے تو پھر بھلا تم اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کی نازل کردہ کتاب کا کیوں انکار کرتے ہو؟ اس طرح قرآنی تعلیمات کی حقانیت سمجھنے کی کوشش کرو۔

○

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

قربانی کی حکمت

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمؓ قَالَ: قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ: مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ؟ قَالَ: "سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ" قَالُوْا: فَمَا لَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ." قَالُوْا: فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ." (مسند احمد، حدیث نمبر 19498)

(حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے، صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ: یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا: "یہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔" صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ فرمایا: "جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی۔" سوال کیا گیا: اگر اُون ہو؟ فرمایا: اگر اُون ہو تو اُس کے ہر بال کے عوض بھی نیکی ملے گی۔")

عیدالاضحیٰ کے ایام میں قربانی کرنا حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ دینِ محمدیؐ ابراہیمیؑ اصولوں پر قائم ہے۔ ابراہیمی دعوت؛ انسانی جبلی تقاضوں کی تکمیل، اعلیٰ انسانی اوصاف کی پرورش کے بہترین نظام اور عصری تقاضوں کے لحاظ پر مبنی ہے۔ ابراہیمی دعوت دو پہلوؤں سے انسان کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتی ہے: ایک اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق اور دوسرا انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور اعلیٰ اَخلاق کا نظام قائم کرنا۔ یہ دونوں اُمور انسانی مزاج اور جسم و روح کو متوازن بناتے ہیں۔ اس سے انسان کے جبلی، فطری اور نوعی تقاضے نکھرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس سے وہ لالچ، طمع، مفاد اور خودغرضی سے پاک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنی خواہشات، جان، مال قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور انسانیت کی خدمت کے ذریعے سے خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ اس پر اپنا انعام فرماتے ہیں۔

عیدالاضحیٰ کے موقع پر مسلمان جانور قربان کر کے اپنے دل و دماغ پر حنفیِ ابراہیمیؑ اور محمدیؐ فکر و عمل کی چھاپ لگاتے ہیں۔ اس سے ان کے قلب پر عادلانہ فکر و عمل کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ایک سچا مسلمان دوسرے انسانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو عدل و انصاف کے اصول پر قائم کرتا ہے۔ وہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانور قربان کرتے وقت اپنی خواہشات، ذاتی گروہی اور طبقاتی مفادات کو قربان کرنے کا عزم کرتا ہے اور قربانی کے گوشت سے کمزوروں، بھوکوں اور محتاجوں کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اپنی قربانی کے ذریعے سے وہ اس بات کا عزم اور ارادہ بھی کرتا ہے کہ اللہ کے دین کو غالب کرنے اور انسانیت کی خدمت کے لیے اُسے اپنی جان اور اپنا مال بھی قربان کرنا پڑے تو وہ اس سے کسی طرح بھی دریغ نہیں کرے گا۔ اللہ کا حکم سمجھ کر قربانی کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہی ہے کہ اس سے ایک تو خدا کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے اور دوسرے انسانی ہمدردی کے ذریعے سے روحِ عصر کی روشنی میں ایک اعلیٰ اوصاف کا حامل معاشرہ قائم کرنے کی جدوجہد کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اس کے دل میں مظلوم انسانیت سے ہمدردی اور عدل و انصاف کا بول بولا کرنے کی اہمیت پیدا ہوتی ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور قربانی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرتِ مدینہ سے 3 سال قبل پیدا ہوئے۔ حضورؐ کے وصال کے وقت آپؓ کی عمر 13 سال تھی۔ آپؓ نے 70 برس کی عمر میں طائف میں ۶۸ھ میں وفات پائی۔ حضورؐ نے آپؓ کو دعا دی تھی کہ: "اے اللہ! انھیں علم و حکمت، دین میں سمجھ اور علمِ تفسیرِ قرآن نصیب فرما۔" اللہ نے آپؓ کو یہ سب کچھ عطا فرمایا۔ اسی لیے آپؓ کو "حِبرُ الاُمّۃ"، "ترجمان القرآن"، "بحر العلم" اور "امام التفسیر" کے ناموں سے پکارا جاتا تھا۔

حفاظتِ حدیث کی غرض سے آپؓ نے ان احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا، جو آپؓ نے براہِ راست نبی اکرمؐ سے سنی تھیں یا دیگر بڑے صحابہ کرامؓ سے مروی تھیں۔ جب بھی آپؓ کو کسی ایسے صحابی کا علم ہوتا جن کے پاس کوئی حدیث ہے تو صرف اس حدیث کی سماعت کے لیے سفر کر کے اُن کے پاس جاتے۔ آپؓ نے بے شمار احادیث اپنے مجموعوں میں مدوّن کیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: "حضرت ابن عباسؓ ایسے نوجوان ہیں، جنھیں پختہ عمر لوگوں کا سا فہم و بصیرت حاصل ہے۔ ان کی زبان علم کا سرچشمہ اور اُن کا قلب علم کا محافظ ہے۔" حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ: "میں نے حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ حاضر دماغ، عقل مند، صاحبِ علم، حلیم و بردبار شخص نہیں دیکھا۔" حضرت عمرؓ مشکل مسائل حل کرنے کے لیے آپؓ کو بلاتے، رائے لیتے اور اس پر عمل کرتے۔ روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بہ وقتِ ضرورت کتاب اللہ سے فتویٰ دیتے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملتا تو سنت سے رہنمائی لیتے۔ دونوں سے نہ ملتا تو حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے اقوال کو بنیاد بناتے۔ قربانی سے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی مرویات درجِ ذیل ہیں:

1۔ اللہ کو سب دنوں سے زیادہ محبوب ذوالحجہ کے دس دن ہیں کہ ان میں نیک عمل کیے جائیں۔

2۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قربانی کے دنوں میں قربانی پر خرچ کیے جانے والے مال سے زیادہ اچھا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں ہے۔

3۔ حضورؐ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر قربانی کی گائے میں سات آدمیوں کو شریک کیا۔

4۔ آپؐ کے ساتھ ہم لوگ ایک سفر میں تھے۔ قربانی کا دن آ گیا۔ ہم لوگوں نے گائے کی قربانی میں شرکت کی اور اس میں سات حصے کیے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قربانی سنت سے ثابت ہے۔ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواجِ مطہرات کی جانب سے ہونے والی گائے کی قربانی کا گوشت ازواجِ مطہرات کو بھیجا۔ اس لیے موقع و محل کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے حلال جانوروں میں سے کسی بھی میسر جانور کی قربانی کر لی جائے۔ کسی ایک جانور کی خودساختہ تعیین سے فتنہ و فساد کو اور شیطان کو دخل کا موقع نہ ملے۔

www.rahimia.org

شذرات

14 اگست اور بھولی بسری تاریخ کے مباحث

دیوار پر لگے کیلنڈر میں ایک بار پھر اگست کا مہینہ نمایاں ہے۔ اگست کا مہینہ ہماری تاریخ میں قیامِ پاکستان کے حوالے سے ایک اہم یادگار ہے۔ ہم غور و فکر کے بعض انتہائی اہم مواقع کو غل غپاڑوں میں اُڑا دیتے ہیں، لیکن کسی اہم موقع کی مناسبت سے کچھ سیکھنے سکھانے سے گریزاں ہی رہتے ہیں۔ مثلاً قیامِ پاکستان کے وقت متحدہ ہندوستان کے دانش وروں میں اس نئی قائم ہونے جانے والی ریاست کے حوالے سے اس کے جغرافیے اور محلِ وقوع سے لے کر اس کی آئینی، دستوری اور کس طرزِ حکومت کو اختیار کرنے کی ضرورتوں کے علاوہ کئی ایک بحثیں جاری تھیں، جن کا مطالعہ آج تاریخ کے طالب علموں کے لیے غور و فکر کے بہت سے دروازے کھول دیتا ہے۔

ان میں سے ایک بحث اقتصادی نقطۂ نظر سے بھی تھی کہ اس ملک کا معاشی ڈھانچہ کیا ہوگا؟ اس کی صنعت و حرفت کن خطوط پر اُستوار ہوگی؟ اس کے وسائلِ معیشت؛ معدنیات، زیرِ زمین ذخائر اور سونے، تانبے و کوئلے کی کانوں کو کیسے مینج کیا جائے گا؟ اس پر اس وقت کی قومی سطح کی ایک شخصیت اور جمعیت علمائے ہند کے مرکزی ناظمِ عمومی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی رائے پاکستان کے موجودہ معاشی بحران اور خصوصاً بلوچستان کے شہر چاغی میں پائے جانے والے ریکوڈک ذخائر کے موجودہ معاملے (جو اس وقت قومی اور بین الاقوامی میڈیا میں زیرِ بحث بھی ہے) کے تناظر میں انتہائی اہم اور لائقِ مطالعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

’’یہ حقیقت مُسلّم بلکہ مشاہد ہے کہ حکومتوں کی ترقی کا مدار آج کی دنیا میں صرف اقتصادیات کی برتری پر قائم ہے اور اقتصادی برتری میں جس قدر معدنیات (کانیں) اثر انداز ہیں، اس قدر اَور کوئی شئے نہیں ہے۔..... پاکستان کی معاشی و اقتصادی حالت کو بہتر ثابت کرنے کے سلسلے میں بلوچستان میں معدنیات کے ذخائر کا ذکر بڑے پُر جوش اور جذباتی الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ یہ بات بہ سروچشم، لیکن..... اگر آپ پاکستانی حکومت کے ان پوشیدہ معدنیات کے نکالنے کے لیے پیش قدمی کریں گے... تو آپ جانتے ہیں کہ ایک ایک ’’کان‘‘ کھودنے اور برآمد کرنے میں کروڑوں روپے صرف آتے ہیں۔ وہ کہاں سے آئیں گے؟ (اگر یہ کہا جائے کہ ہم بیرونی کمپنیوں کو دعوت دیں گے تو) موجودہ دور میں کسی حکومت کو مفلوج کرنے اور اس کو آہستہ آہستہ غلام بنانے کا بہترین طریقہ ہے تو یہی ہے کہ ملک اپنی اقتصادی حالت کو ترقی دینے کے لیے دوسرے ملکوں کی سرمایہ دار کمپنیوں کو دعوت دے۔..... حجاز میں ابنِ سعود نے اٹلی اور امریکا کی کمپنیوں سے ہی اوّل معدنیات نکالنے کا کام لیا تھا، مگر اس کو بھی بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس کا کیا حشر ہونے والا ہے۔..... کہا جا سکتا ہے (پاکستان میں) ہم سرمایہ دار کمپنیوں سے معاہدات کریں گے، جن کے بعد اس قسم کے خطرات پیدا نہ ہوں تو ایسے معاہدات تو ہر حکومت کرتی ہے، مگر نتیجہ وہی نکلتا ہے، جو مسطورِ بالا حکومتوں میں نکلا۔ اسی بنا پر آج کوئی طاقتور اور بیدار حکومت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ اس کے ملک میں دوسرے ممالک کے سرمایہ دار اپنا روپیہ لگا کر آہستہ آہستہ اقتصادی اور معاشی غلبہ حاصل کر سکیں۔ مشینی طاقت کا یہ معاملہ خوف اور دہشت کے لیے نہیں ہے، بلکہ واقعات اور حقائق کو پیشِ نظر لانے کے لیے ہے، تاکہ مسلمان اپنی اجتماعی زندگی کے لیے جو کچھ کریں، غور و خوض کے بعد کریں۔..... (مذکورہ بالا صورت میں اندیشہ ہے کہ) کمپنیاں (پاکستان) کے معاشی اور طبعی ذخائر پر بھی قابض ہو جائیں (یا) یورپ کے یہودی سرمایہ داروں کی طرح حکومت کے صلح و جنگ کی بالواسطہ مالک بن جائیں اور یا پھر انگریزوں ہی سے رجوع کریں کہ وہ اس معاشی اور اقتصادی گتھی کو اپنے سرمائے سے حل کرنے کے لیے ہمارے اسی طرح آقا اور حاکم بنیں رہیں جس طرح آج ہیں۔‘‘ (بحوالہ: تحریکِ پاکستان پر ایک نظر)

پہلے تو اس بوریہ نشین، لیکن نباضِ وقت عالمِ دین کی سیاسی و معاشی بصیرت کو داد دیجیے کہ انھوں نے آج سے کم و بیش پون صدی پیشتر پاکستان سمیت تیسری دنیا کے غیر ترقی یافتہ ممالک کی معیشت کا جو نقشہ کھینچا ہے، آج ہُو بہ ہُو ایسا ہی ہو رہا ہے، جیسے خدشات کا اظہار کیا گیا تھا۔ سرمایہ داری نظام کی محافظ کمپنیوں کی ذہنیت کو بھی ریکوڈک معاملے میں عالمی عدالت کے پاکستان مخالف فیصلے میں پڑھا جا سکتا ہے کہ وہ کس طرح دُہرا استحصال کرتے ہیں کہ اگر ان ذخائر سے وہ سونا اور دیگر معدنیات نکال پائیں تو 75 فیصد حصے کی مالک قرار پائیں گی۔ اگر معاہدہ منسوخ کر دیا گیا تو پونے چھ ارب ڈالر جرمانے کی مد میں وصول پائیں گی۔

موجودہ حکومت نے کرپشن کی مد میں سابقہ حکمرانوں کی طرف سے لوٹی گئی جس دولت کا سراغ لگایا ہے، وہ خوش آئند ہے، لیکن جو کچھ ملٹی نیشنل کمپنیاں تجارت اور کاروبار کے نام سے اس ملک سے لوٹ کر لے جا رہی ہیں، اس دولت کا حجم کرپٹ حکمرانوں کی کرپشن سے کہیں زیادہ ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی شکل میں ہم ایک نئے سامراجی نو آبادیاتی دور میں زندہ ہیں، جہاں ہماری حکومتیں ان کمپنیوں کی سرمایہ کاری اور تجارت کی آزادی کے معاہدوں کے نام پر ہماری معاشی غلامی اور موت کے پروانوں پر دستخط کرتی ہیں۔ ان کمپنیوں کی ادویات، اسلحے اور خوراک پر ایسی گرفت ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کمپنیاں انسانی رزق پر قبضہ جمائے بیٹھی ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ آج یہ کمپنیاں اتنی طاقتور ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام کے چنگل میں پھنسے ممالک کی حکومتیں ان کے سامنے بے بس ہیں۔ یہ کمپنیاں غریب ملکوں کے تیل، گیس، توانائی اور معدنیات کے ذخائر پر قابض ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مغربی جمہوریت میں الیکشنوں کے نتائج بھی سرمائے کی ریل پیل کے تابع ہوتے ہیں، جس کے سبب یہ کمپنیاں دنیا بھر کی حکومتوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور اپنی مرضی کی کرپٹ قیادتوں کے اقتدار کا راستہ ہموار کر کے پوری پوری حکومتیں خرید لیتی ہیں۔ تیسری دنیا کے پس ماندہ ممالک تو کجا، اب تو دنیا کی ترقی یافتہ ریاستیں اور حکومتیں ان کارپوریشنوں کی ایجنٹ بن کر رہ گئی ہیں۔ پاکستان میں حقیقی تبدیلی اس دن آئے گی، جس دن ان کارپوریشنوں کو دیس نکالا دیا جائے گا اور یہ بھاری پتھر وہ جماعت اٹھا سکے گی، جس کا شعوری رشتہ اس خطے کی اس باشعور قیادت سے ہوگا جس کے رہنماؤں نے نو آبادیاتی دور میں تقسیم ہوتے جغرافیاؤں میں سامراج کے عزائم کو بھانپ لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہلِ حق کی اتباع نصیب فرمائے۔

مدیر

وزیروں کے اوصاف اور اُن کی ذمہ داریاں 1

مترجم: مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغة'' میں فرماتے ہیں:

وزیروں کی ضرورت ''سربراہِ مملکت سوسائٹی کی تمام مصلحتوں اور ذمہ داریوں کو اکیلا ادا نہیں کرسکتا، اس لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک شعبے کے لیے اپنے معاونین اور وزیروں کا تقرر کرے۔ درج ذیل اوصاف کے حامل لوگوں کو وزیر مقرر کیا جائے:

(1) (مالی اور انتظامی ذمہ داریوں میں) امانت و دیانت۔

(2) سپرد شدہ ذمہ داری کو سرانجام دینے کی اہلیت اور صلاحیت۔

(3) سربراہِ مملکت کے احکامات کی پابندی اور فرماں برداری۔

(4) سربراہِ مملکت کے ساتھ اندر اور باہر ہر طرح سے خیر خواہی۔

ہر ایسا وزیر معزول کیے جانے کا مستحق ہے، جو اِن شرائط کی خلاف ورزی کرے۔ اگر ریاست کا سربراہ ایسے وزیر کو معزول کرنے میں سستی اور کوتاہی کرے، تو وہ ملک کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا اور اپنے حکومتی نظم و نسق کو تباہ و برباد کرے گا۔

مناسب یہ ہے کہ ایسے آدمی کو وزیر نہ بنایا جائے:

(1) جسے (اُس کی طاقت اور قوت کی وجہ سے) معزول کرنا ممکن نہ ہو۔

(2) یا اس کا سربراہِ مملکت سے رشتے داری وغیرہ کا ایسا تعلق ہو کہ اُسے وزارت سے معزول کرنا بُرا سمجھا جاتا ہو۔

سربراہِ مملکت کو چاہیے کہ وہ اپنے سے تعلق اور محبت رکھنے والوں کے درمیان بھی فرقِ مراتب کا لحاظ اور امتیاز رکھے:

(1) کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جو اپنے سربراہ سے اُس کے رُعب یا کسی فائدے اور مفاد کی وجہ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کسی نہ کسی حیلے اور طریقے سے اپنے ساتھ چلائے رکھنا چاہیے۔

(2) کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جو ذاتی اور دلی طور پر اپنے سربراہ سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ اُس کے فائدے کو اپنا فائدہ سمجھتے ہیں اور اُس کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ سچی محبت کرنے والے اور خیر خواہ ہوتے ہیں (ان کی قدر کرنی چاہیے)۔

(یہ بات یاد رہے کہ) ہر انسان ایک خاص جبلت اور فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اُس کے کام کرنے کی استعداد اور عادت اُس کی جبلت کے مطابق ہوتی ہے۔ کسی سربراہ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کی صلاحیت اور استعداد سے زیادہ اُس سے کسی کام کو کرنے کی اُمید رکھے۔

وزارتوں کے شعبے اور ذمہ داریاں

سربراہِ مملکت کی معاونت کی ذمہ داری بنیادی طور پر تین وزارتوں پر ہے:

(1) (امن و امان اور ملکی تحفظ) وزارت کا ایک شعبہ وہ ہے، جس میں ریاست کے مخالفین کے شر اور فتنے سے ریاست کا تحفظ اور لوگوں کو امن و امان فراہم کرنا ہوتا ہے۔ ایسے وزرا کی حیثیت دو ایسے مسلح ہاتھوں کی سی ہوتی ہے، جو انسانی بدن کی حفاظت کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں (ایک بازو فوج ہے، جو غیر ملکی جارحیت سے تحفظ فراہم کرتی ہے اور دوسرا بازو پولیس ہے، جو داخلی امن و امان کی ذمہ دار ہوتی ہے)۔

(2) (ریاستی نظم و نسق چلانے والی انتظامیہ) دوسری قسم وہ ہے، جس کی ذمہ داری مملکت کے نظم و نسق اور انتظامی امور کو درست طور پر چلانا ہوتا ہے۔ ان کی مثال انسانی بدن میں ان طبعی قوتوں کی مانند ہوتی ہے، جو انسانی جسم کے داخلی نظم و نسق کو کنٹرول کرتی ہیں (انسانی جسم میں طبعی قوتوں کا ایک ایسا نظام ہے، جو اپنی غذائی ضروریات کو پورا کرنے اور جسمانی توانائی کو بحال رکھنے کے لیے منظم انداز میں کام کرتا ہے)۔

(3) (ریاست کے مشاورتی ذمہ داران) ریاستی امور چلانے کے لیے ایسے مشیروں اور معاونین کی ضرورت ہوتی ہے، جو سربراہِ مملکت کو وقت پر صحیح مشورہ دیں۔ ان کی مثال عقلِ انسانی اور اس سے متعلق حواس کی سی ہوتی ہے۔

سربراہِ مملکت پر لازم ہے کہ وہ روزانہ ان تینوں شعبوں سے متعلق ہونے والی پیش رفت اور آمدہ خبروں کے بارے میں پوری معلومات رکھے۔ اُس کے علم میں ہو کہ اس کی ریاست میں اصلاح یا فساد اور خرابی کی صورت میں کیا کچھ وقوع پذیر ہو رہا ہے۔

وزرا اور سربراہِ مملکت کے اخراجات؛ ریاست کی ذمہ داری

جب سربراہِ مملکت اور اُس کے وزرا ریاستی نظم و نسق کو بہتر طور پر چلانے کے ذمہ دار ہیں تو لازمی ہے کہ اُن کے اخراجات اور تنخواہوں کی ذمہ داری ریاست پر ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں سے ٹیکس اکٹھا کیا جائے۔ ٹیکس کا نفاذ عدل و انصاف کے طریقۂ کار کے مطابق کچھ اس طرح ہونا چاہیے کہ عام لوگوں کو کسی طرح کوئی نقصان نہ پہنچے اور ملکی نظم و نسق چلانے والوں کی ضروریات اور اخراجات بھی پورے ہو جائیں۔

ٹیکس کے نفاذ کا عالمی اصول اور قانون ریاست کے ہر شہری اور اُن کے ہر مال پر ٹیکس لگانا قطعی مناسب نہیں ہے۔ کرۂ ارض کے تمام مشرقی اور مغربی ممالک کے حکمرانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صرف درجِ ذیل لوگوں پر ٹیکس لگایا جائے:

(1) جو بہت زیادہ مال رکھتے ہوں اور ان کے پاس ہر طرح کی اشیا کی فراوانی ہو۔

(2) ایسے لوگ جو وافر مقدار میں سونا چاندی اپنے پاس رکھتے ہوں۔

(3) مال میں بڑھوتری اور افزائش کے لیے کام کرنے والے درجِ ذیل لوگ:

(الف) جانوروں کی افزائشِ نسل سے مال کمانے والے

(ب) کاشت کاری اور زراعت سے آمدنی حاصل کرنے والے

(ج) تجارت کے ذریعے سے منافع کمانے والے

ملکی نظم و نسق چلانے کے لیے اس سے زیادہ وسائل کی ضرورت ہو تو پھر (آخری درجے میں) مزدوروں اور کسانوں پر ٹیکس عائد کیا جاسکتا ہے۔'' (باب سياسة الأعوان)

www.rahimia.org

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

حضرت میاں شاہ عبدالرحیم سرساویؒ کی دوراندیشی

مجالس حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ میں درج ہے کہ:

''صبح کو قیام گاہ پر حضرت والاؒ (رائے پوری ثانی) نے فرمایا کہ: جب مرزا غلام احمد (قادیانی) نے (نبوت کے دعوے سے بہت پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کرکے) اپنی کتاب ''براہینِ (احمدیہ)''، لکھی تو (اس کے ماننے والے) بعض (لوگ) اِسے لے کر یو۔پی پہنچے اور ہمارے اَکابر سے بھی چاہا کہ ایسی مدلل کتاب حمایتِ اسلام میں لکھنے والے کو ''مجدد'' مانا جائے۔ اس زمانے میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوریؒ اور حضرت مولانا (محمد) مظہر (نانوتوی) صاحبؒ اور دوسرے حضرات حیات تھے۔حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہیؒ کے پاس یہ بات لے جانے والوں کو حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ نے تو یہ جواب دیا کہ: ''میں یہاں ہوں، مجھے (وہاں کے) حالات معلوم نہیں، سہارن پور اور ادھر یعنی پنجاب کے علما سے لکھوالو، میں بھی تائید کروں گا۔'' اس طرح ٹلا دیا اور سہارن پور والوں نے کہا کہ: ''کتاب کے مضامین کی تائید و تنقید تو ایک (الگ) بات ہے، مگر ''مجدد'' ماننا' یہ تو دوسری لائن کی بات ہے۔اس لیے میاں صاحب، یعنی میاں شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ سہارن پوری کے پاس جاؤ۔'' میاں صاحب ظاہر طور پر پڑھے ہوئے کچھ نہ تھے، (انھوں نے) فرمایا کہ: ''بھائی! علما سے پوچھو۔ میں اس کتاب کو نہ پڑھ سکتا ہوں، نہ یہ میرا کام ہے۔'' عرض کیا گیا کہ: علما نے ہی فرمایا ہے۔ (میاں صاحبؒ نے) فرمایا کہ: ''بھائی! مجھ سے پوچھتے ہو تو سن لو یہ کہ شخص تھوڑے دنوں میں ایسے دعوے کرے گا، جو نہ رکھے جائیں، نہ اٹھائے جائیں۔'' وہ لوگ جز بز ہوئے کہ دیکھو علما تو علما، درویشوں کو بھی دوسرے لوگوں کا شہرت پانا گراں گزرتا ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ: ''بھائی! مجھ سے پوچھا ہے تو جو سمجھ میں آیا، بتا دیا۔ ہم تو اس وقت زندہ نہ ہوں گے، مگر تم اب آگے دیکھ لینا۔''

نیز حضرت والاؒ نے فرمایا کہ: حکیم نورالدین —— جو بعد میں مرزا غلام احمد (قادیانی) کا خلیفہ ہوا —— حضرت میاں (شاہ عبدالرحیم سرساویؒ) صاحب کی خدمت میں گیا۔ (میاں صاحب نے انھیں) فرمایا کہ: ''دیکھو! دو تین مرتبہ آپ (یہاں) آئے ہو تو اب میرا حق ہے کہ میں ایک نصیحت کی بات آپ کو کہوں۔ کیا پنجاب میں کوئی جگہ قادیان ہے؟'' عرض کیا کہ ہے۔ فرمایا: ''وہاں کا ایک شخص خلافِ دین بڑے بڑے دعاوی کرتا چلا جائے گا۔'' (حکیم نورالدین نے) عرض کیا کہ: وہ (مرزا غلام احمد قادیانی) ہے اور ایسا ہی کر رہا ہے۔ (میاں صاحب نے) فرمایا کہ: ''حکیم صاحب! میں لوحِ محفوظ پر آپ کو اس کا مددگار لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ ہوگا تو وہی جو خدا کو منظور ہوگا، مگر میری نصیحت یہ ہے کہ اس سے بچنا۔'' حکیم نورالدین نے عرض کیا کہ حضرت! ابھی تک تو بچا ہوا ہوں، آپ دعا فرمائیں۔ (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، مجلس نمبر 59)

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

بدلتی دنیا اور نیا پاکستان

بجٹ 2019ء کے ذریعے محصولات کے نظام میں کئی جوہری تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ملکی معیشت کی بناوٹ اور اُٹھان ہمیشہ مغربی طاقتوں کے مرہونِ منت رہی ہے۔ جب ہمیں سوویت یونین کے خلاف استعمال ہونا تھا، اُس وقت کرنسی کی ترسیل اور پیداوار کے نظام کو یوں وضع کیا گیا کہ اس کی ترسیل اور ذخیرہ اندوزی میں سہولت رہے۔ چناں چہ بینک اکاؤنٹ کے انتظام، زمین کی خرید و فروخت میں کاغذی کارروائی اور کسی مناسب توجیہ کے بغیر پُرتعیش طرزِ زندگی کا فروغ دراصل دولت کی خفیہ ترسیل کو ممکن بناتا رہا۔ اس طرح دنیا کے دیگر ممالک میں پاکستان سے نکلنے والی تحریکوں کو مالی سہولیات فراہم کی گئیں۔ ان مسلح تحریکات اور اُن کے سرکردہ لیڈران نے پاکستان میں خوب پراپرٹی اور دولت بنائی۔ اس کے بل بوتے پر پوری دنیا میں فساد مچایا۔ یوں کئی دہائیوں تک اس مالیاتی نظام سے عوام کے سوا سب نے فائدہ اُٹھایا۔

چناں چہ پاکستان میں گزشتہ چار دہائیوں میں کالے دھن کو سفید کرنے کے تین بڑے طریقے رائج رہے، جن میں حجم کے لحاظ سے بالترتیب پراپرٹی، بیرونِ ملک سے ترسیلاتِ زر اور پرائز بانڈ شامل ہیں۔ پراپرٹی کے سرکاری ریٹ ایک منصوبے کے تحت کم سے کم رکھے گئے۔ بیرونی زرِمبادلہ کی ملک میں ترسیل کو قانونی تحفظ کے ذریعے سفید دھن قرار دیا گیا۔ یوں T.T لگوانے کا دھندا عام ہوا۔ اور اگر رقم بہت بڑی ہوتی تو لانچوں کے ذریعے فارن کرنسی دبئی بھیجی جاتی رہی اور وہاں سے آگے یا ضرورت کے مطابق پاکستان واپس، اور آخر میں پرائز بانڈز کو بے نامی رکھا گیا۔ یوں انعام یافتہ بانڈ کھلی مارکیٹ میں کالے دھن سے خریدا جاتا اور کالا دھن سفید کروالیا جاتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ کالے دھن کا حجم اتنا زیادہ بڑھ گیا کہ مندرجہ بالا ذرائع بھی اسے سمیٹنے کے لیے ناکافی ٹھہرے۔ ایسے میں ایمنیسٹی سکیموں کی بھرمار کردی گئی، تاکہ اس بے انتہا دولت کا انتظام ہوسکے۔

اب IMF اور FATF کے مطالبات اور دباؤ میں مندرجہ بالا تمام طریقوں سے کالے دھن کو سفید کرنے کے مواقع ختم کردیے گئے ہیں اور موجودہ حکومت کے مطابق اب کوئی ایمنیسٹی سکیم نہیں لائی جائے گی۔ یوں لگتا ہے کہ ملکی نظام میں اب کالے دھن کی گنجائش کم ہوتی جائے گی اور اب پاکستان میں نیا ترقی کا دور پیدا ہوگا۔ اگر حالیہ بجٹ اور اگلے سال آنے والے بجٹ میں اٹھائے جانے والے اقدامات کو قوم برداشت کرگئی تو ممکن ہے کہ نیا پاکستان بن جائے، لیکن یاد رہے کہ وہ عوام کے لیے نہیں ہوگا، بلکہ عالمی سرمایہ دار کے لیے ہوگا، جس کے پاس ہمارے مقابلے میں بہترین مہارت، ٹیکنالوجی اور مطلوبہ سرمایہ ہے۔ اُسے اپنی سہولت کے لیے ہر سطح پر ایک منظّم سرکاری مشینری چاہیے۔ دوسرا پاکستان کا امن پسندی کا عملی کردار سامنے آرہا ہے، تاکہ خطے کی تجارت بڑھ سکے۔ چناں چہ دہشت گردی سے نفرت اور خطے میں امن کی مالا جپنے کا انداز اور اس پر عملی اقدامات ایک ایسے پاکستان کی جانب سے ہو رہے ہیں، جسے ہم نہیں جانتے۔

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

خلیج فارس میں تیل کے ٹینکروں پر حملہ!

متحدہ عرب امارات کی وزارتِ خارجہ کے مطابق 12/ مئی 2019ء بروز اتوار کو خلیج عمان کے علاقے میں چار بحری جہازوں کو مبینہ طور پر سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔ 13/ مئی 2019ء بروز پیر کی صبح کو سعودی وزیر توانائی خالد الفلیح نے کہا کہ فجیرہ کے ساحل سے دور کھلے سمندر میں دو سعودی ٹینکروں کو سبوتاژ کرنے کے لیے حملے کا نشانہ بنایا گیا تھا، لیکن سعودی وزیر نے ان تیل بردار جہازوں کی شناخت ظاہر نہیں کی۔

بی بی سی کے مطابق اس حملے میں ان جہازوں کو خاصا نقصان پہنچا ہے۔ حملے کا نشانہ بننے والے تیل بردار جہازوں میں سے ایک سعودی عرب آ رہا تھا، جہاں اس پر امریکا بھیجا جانے والا سعودی خام تیل لادا جانا تھا۔ خالد الفلیح کے مطابق: ''خوش قسمتی سے حملے میں کوئی جانی نقصان یا تیل کا رساؤ نہیں ہوا، تاہم اس سے دونوں بحری جہازوں کے ڈھانچوں کو خاصا نقصان پہنچا ہے۔'' ایران کی وزارتِ خارجہ کا کہنا ہے کہ یہ واقعات ''پریشان کن'' ہیں اور ان کی جامع تحقیقات ہونی چاہئیں۔ جس علاقے میں سعودی تیل کے ٹینکروں کو حملے کا نشانہ بنایا گیا، وہ تیل اور قدرتی گیس کی ترسیل کا اہم بحری راستہ ہے۔ حملے کی تحقیقات کے لیے 5 ممالک کے ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ اس کمیٹی میں امریکا بھی شامل ہے۔

بی بی سی کی اسی رپورٹ کے مطابق متحدہ عرب امارات کی وزارتِ خارجہ نے سبوتاژ کی کوششوں کو ''خطرناک پیش رفت'' قرار دیا ہے اور بین الاقوامی برادری سے مستقبل میں ''اس طرح کی کوششوں'' کو روکنے کی اپیل کی ہے۔ امریکی بحریہ کے سنٹرل کمانڈ کے کیپٹن بل اربن کے مطابق جس وقت ان دونوں جہازوں پر حملہ ہوا، یہ جہاز خلیج عمان میں تھے۔ ان میں سے ایک جہاز جاپان کا تھا۔ عین اسی وقت جاپانی وزیر اعظم آبے شانزو ایران کے رہبر اعلیٰ آیت اللہ علی خامنہ ای سے دوستانہ تبادلہ خیال کرنے کے بعد دو طرفہ تعلقات کو فروغ دینے کے حوالے سے تہران میں ایرانی صدر کے ہمراہ مشترکہ پریس کانفرنس کر رہے تھے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا کہنا ہے کہ خلیج میں حالیہ کشیدگی کی وجہ ایران ہے۔ کیوں کہ اس نے تیل بردار جہازوں کو آبنائے ہرمز سے گزرنے سے روکنے کی دھمکی دی تھی۔

2/ جولائی 2019ء کو آسٹریا کے دارالحکومت ویانا میں امریکی ادارے CNBC کو انٹرویو دیتے ہوئے روس کے وزیر توانائی الیگزنڈر نووک نے کہا: ''خلیج میں واقع کشیدگی کی وجہ ایران نہیں، امریکا ہے۔ کیوں کہ امریکا کا ایران کے خلاف اقدام غیر قانونی ہے۔ اس نے اپنے اس عمل کے لیے اقوامِ متحدہ سے باقاعدہ اجازت حاصل نہیں کی۔''

عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں دو مراکز میں طے ہوتی ہیں۔ یورپ اور ایشیا کے لیے برنٹ کروڈ جہاں جمعرات کو 64.84 امریکی ڈالر پر مارکیٹ بند ہوئی تھی، جب کہ اسی روز امریکی شہر ٹیکساس میں یہ قیمت 58.88 ڈالر فی بیرل تھی۔ پوری دنیا کا مؤقف ہے کہ تیل کی قیمتوں میں یہ اضافہ محض امریکا کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ اس نے جب سے ایران اور وینز ویلا پر اقتصادی پابندیاں عائد کی ہیں، اس سے عالمی منڈی میں تیل کی مطلوبہ مقدار طلب کے مقابلے میں کم رہی ہے۔ چناں چہ تیل کی رسد میں کمی آنے کے سبب اس کی قیمتیں بڑھ گئیں ہیں۔

آبنائے ہرمز اور خلیج کے علاقے میں صورتِ حال کو روز بروز سنگین بنایا جا رہا ہے۔ اس علاقے میں دو مرتبہ تیل کے غیر ملکی ٹینکروں کو حملے کا نشانہ بنایا گیا، جس کا الزام امریکا نے ایران پر دھر دیا تھا، لیکن تحقیقات کے نتیجے میں ثابت بھی ہوگیا تھا کہ امریکا نے یہ کام اپنے لے پالک اسرائیل کے ذریعے کروایا تھا۔

اس دفعہ عربوں نے ان حملوں کے حوالے سے کمال دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ تحقیقات سے قبل ان حملوں کا الزام ایران پر نہیں لگائیں گے۔ دوسری مرتبہ کے حملوں میں نشانہ بننے والا ایک جہاز جاپان کا تھا اور جاپانی حکومت نے بھی یہی مؤقف اختیار کیا اور کہا کہ وہ اس کا الزام ایران پر نہیں لگائیں گے۔ امریکا کی پوری کوشش تھی کہ ان حملوں کے جواب میں عرب ممالک ایران پر حملہ آور ہوجائیں، یا کم از کم ایران کی ناکہ بندی کر دیں۔ عرب اور دیگر ممالک کے مدبرانہ مؤقف کی وجہ سے یہ امریکی سازش کامیاب نہ ہوسکی۔

دراصل امریکا اس خطے میں جلد از جلد ایک نئی جنگ چاہتا ہے۔ کیوں کہ جنگ ہی اس کی خواہشات کو پورا کرنے کا واحد راستہ ہے۔ اس کا اسلحہ بارود فروخت ہوگا، لیکن امریکا یہ جنگ براہِ راست نہیں لڑنا چاہتا۔ خود جنگ کرنے کے نتیجے میں اسی کا نقصان ہوگا۔ اس کے فوجی اور مالی وسائل خرچ ہوں گے۔ سعودی عرب اور دیگر ممالک کو جنگ میں جھونکنے کے نتیجے میں ان کی ہائی کمان اور عرب ممالک پر امریکا براہِ راست قابض ہوجائے گا۔ اسلحہ اور دیگر سہولیات کے نام پر ان ممالک پر قرضوں کے انبار چڑھ جائیں گے۔ یہی وہ صورتِ حال ہے، جو امریکا کو مطلوب ہے۔

G-20 کے اجلاس 29-30/ جون 2019ء منعقدہ جاپان کے شہر اوساکا میں ڈونلڈ ٹرمپ چینی صدر کے سامنے اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے۔ چینی صدر شی جن پنگ نے کہا ہے کہ: ''ہم نے یہ جنگ مقابلے سے نہیں، بلکہ مکالمے سے جیتی ہے۔'' امریکا تجارتی جنگ ہارنے کے باوجود اپنے مکر وفریب اور سازشوں سے باز نہیں آ رہا۔ اس کی کوشش ہے کہ اگر اسے ایک محاذ پر شکست ہوئی ہے تو وہ کسی دوسرے میدان میں اسے جیت میں بدلنے کی کوشش کرے گا۔ امریکا کی بدقسمتی ہے کہ آج اس کے حریف انتہائی فہم وفراست پر مبنی عملی اقدامات کے ذریعے اس کی سازشوں کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ اسے ہر میدان میں ناکام بنانے پر عمل پیرا ہیں۔ امریکا کو اس کی اپنی بچھائی ہوئی بساط پر آئے دن ناکامیوں کا مسلسل سامنا ہے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

ذوالحجہ کی خصوصیت اور دینِ حنیفیت

۵/ ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ/ 17/ اگست 2018ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! ذوالحجہ کا یہ مبارک مہینہ شروع ہے اور اس کے پہلے دس ایام گزر رہے ہیں۔ عشرۂ ذوالحجہ کے بہت سے فضائل احادیث کی کتابوں میں آئے ہیں۔ یہ مہینے اشہرِ حرم یعنی احترام، اللہ کی عظمت اور اُس کے شعائر کے غلبے کے مہینے کہلاتے ہیں۔ ذوالحجہ کے مہینے کی سب سے بڑی خصوصیت حج کی عاشقانہ عبادت ہے۔ انسان کے عزائم اور ارادوں کو بلند کرنے میں اس مہینے کے مناسک کا بڑا عمل دخل ہے۔ حج؛ ارادے اور عزم کی پختگی کو کہتے ہیں۔ ارادہ اسی وقت وجود میں آتا ہے، جب انسان کی تمام ذہنی، جسمانی، علمی اور عملی قوتیں ایک نقطے پر مرتکز ہو جائیں۔ اگر انتشار کی کیفیت ہو، دل کچھ کہے، دماغ کچھ کہے، اعضا دل و دماغ کی بات نہ مانیں تو اس سے عزم اور ارادہ پیدا نہیں ہوتا۔ ہمت وجود میں نہیں آتی۔ انسان گومگو کی حالت میں رہتا ہے۔ کبھی نفسانی جذبات کا اسیر ہو جاتا ہے۔ کبھی محض عقل کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اسے ارادہ نہیں کہتے۔ یہ خواہشات ہوتی ہیں، جو ہر لمحہ بدلتی رہتی ہیں، ان سے روکا گیا ہے۔ کیوں کہ انسان تبھی ناکام ہوتا ہے، جب وہ خواہشات کا اسیر ہوتا ہے۔ عزم اور ارادہ یہ ہے کہ کیسی ہی حالت اور ماحول کیوں نہ ہو، انسان اپنے کام پر فوکس کرے۔ جزوی تغیرات و تبدلات تو ہوتے رہتے ہیں، لیکن اس کا مطمحِ نظر وہی کام ہو، جو اُسے مقصود ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب سے بڑی خصوصیت دینِ حنیفیت ہے۔ حنیفیت اسی کو کہتے ہیں کہ انسان کسی کام پر یکسو ہو جائے۔ مسلمانوں کے لیے یکسوئی کا مرکز و محور ذاتِ باری تعالیٰ ہے کہ وہ اللہ کے احکامات، اس کی خوشنودی اور رضا سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کرے گا۔ کوئی فرعون، نمرود، شداد، کوئی بت، پتھر، قبر یا کوئی طاقت و راس کے فکر و عمل کو متزلزل نہیں کر سکے گا۔ وہ یکسو ہوگا۔ حنیفیت نام ہی اسی بات کا ہے کہ انسان اپنی عقلی، قلبی اور جسمانی قوتوں کو ذاتِ باری تعالیٰ اور اُس کے احکامات کے تابع ہونے پر یکسو کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہونے کا مطلب اس دور میں مبعوث ہونے والے اللہ کے رسول کو ماننا ہے کہ دنیا میں انسانوں میں وہ انسان جو اعلیٰ اور اشرف ہے، جس کو اللہ نے پیغام دے کر بھیجا ہے، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے اس دنیا پر اتھارٹی ہیں، انسان اس پر یکسو ہو جائے کہ وہ جو ہدایت دیں، جو اعمال کریں، جن افعال کو وہ درست قرار دیں، ان کو پیشِ نظر رکھے گا۔ اس کے علاوہ تمام چیزوں سے علاحدگی اختیار کر لے۔ حضورؐ نے انسانی سماج کی تشکیل کے جو تصورات دیے، جو اَخلاق بتلائے، پھر ان اَخلاق اور افکار و نظریات کو عمل میں لانے کا جو طریقہ انھوں نے بتلایا، اس پر یکسو ہو جائے اور اس یکسوئی پر پختگی اور استقامت پیدا کرے۔ یہی حج کی تعلیم ہے۔''

عقل وشعور کے ساتھ حج کے عاشقانہ اعمال

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''عشق کسی بھی چیز کو پورے وجود میں سرایت کرنے کا نام ہے۔ عقل سوچنے کا کام کرتی ہے۔ اچھے بُرے کی تمیز سکھاتی ہے، لیکن جو کچھ اچھا اور بُرا سوچا یا سمجھا گیا ہے، اس کے پورے وجود کے اندر انگ انگ میں سرایت کرنے کے لیے عشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ حج کے اعمال عاشقانہ بھی ہیں عاقلانہ بھی ہیں۔ عقل بھی سکھاتے ہیں اور عشق بھی۔ عشق اور عقل کا بیک وقت ایک جگہ پر اکٹھا ہونا' یہی حج کی روح ہے۔

دنیا میں لوگ اپنے اپنے مذہب کے اعتبار سے مقدس مقامات پر جاتے ہیں، وہ یا عقل مار ہوتے ہیں، یا عشق مار ہوتے ہیں۔ صرف عقل کی بنیاد پر بات کی جائے تو وہاں عشق کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ سارے عقل پرست، عقل کے پیچھے لٹھ لیے پھرتے ہیں۔ عشق نام کی کوئی چیز اُن کے وجود میں نہیں ہوتی۔ یعنی جو کچھ دماغ سے سوچتے اور زبان سے بولتے ہیں، ان کا اپنا جسم اس سے متصادم اعمال کر رہا ہوتا ہے۔ بعض عاشق ایسے ہوتے ہیں، جن کے جسم پر عشق تو طاری ہوتا ہے، جذب کی کیفیت تو ہوتی ہے، لیکن اس کے پیچھے صحیح دینی سوچ اور نبوی فکر و عمل نہیں ہوتا۔ وہ بے عقلی کے کاموں سے عشق لگائے ہوئے ہوتے ہیں۔ بے وقوفی اور حماقت کے امور میں مبتلا ہوتے ہیں۔ گویا پورے وجود میں عشق کی آگ تو لگی ہوتی ہے، لیکن وہ عشق غلط جگہ پر ضائع ہو رہا ہوتا ہے۔ ناقص یا ادھوری چیز کے پیچھے اپنے وجود کی تمام جسمانی صلاحیتیں خرچ کی جا رہی ہوتی ہیں۔ یہ دونوں دو انتہا پسندانہ طور طریقے ہیں۔

حج ایک ایسی عبادت ہے، جس میں عقل و شعور کے ساتھ نظم و ضبط اور عشق و محبت کا والہانہ اظہار' دونوں ایک جگہ پر جمع ہوتے ہیں کہ عقل اس اعلیٰ پیغام کو سمجھ کر اپنے فکر و نظریے کو بلند تر رکھے۔ گرد و پیش کے پتھروں اور نام نہاد انسانوں، سوسائٹی کی گرد و پیش کی اشیا سے بہت ہی بلند تر ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی اُس وراء الوراء، **غیب الغیب** کی ذات کے ساتھ اپنے فکر و عمل کو جوڑ لے۔ اسی طرح عشق اظہار چاہتا ہے۔ اعمال کو حرکت میں لاتا ہے۔ مصنوعی عشق کی بات نہیں ہو رہی۔ وہ تو زبانی کلامی ہوتا ہے۔

یہ عشق اور ارادے کی پختگی کا عمل محلے کی مسجد میں نماز کی عبادت سے شروع ہوتا ہے تو پوری یکسوئی کے ساتھ انسان نماز پڑھتا ہے۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے، اس کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان میں دین کے احکامات پر غور و فکر کرتا ہے۔ ان کو اپنی زندگی کا محور اور مقصد بناتا ہے۔ اور بہ تدریج یہاں سے ترقی کرتے کرتے جس مسلمان میں یہ عزم اور ارادہ عشق کے درجے میں جسم میں سرایت کر جائے تو وہ اپنی جان مال قربان کر کے بیت اللہ الحرام تک پہنچتا ہے۔ عاشقانہ طور پر اُس کے گھر کا طواف کرتا ہے۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ ایسے مقدس مقامات پر عاشقانہ و والہانہ انداز میں انبیا علیہم السلام کے طریقے کی اتباع میں گھومتا ہے۔ اس سلسلے میں جد و جہد کرتا اور مشقت برداشت کرتا ہے۔''

www.rahimia.org

حج نظم وضبط اور اجتماعیت پیدا کرتا ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

"حج ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں مجمع بھی ہے اور اس مجمع کے دوران آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف یکسو بھی رہنا ہے۔ یہ دو چار افراد کا، کسی چھوٹی سی مسجد کا، یا کسی ایک ملک کے افراد کا مجمع نہیں، بلکہ دنیا بھر سے آنے والے لاکھوں انسان جمع ہوتے ہیں، جن کے مزاج مختلف، زبانیں مختلف، رنگ مختلف، عادات واطوار اور رویے مختلف ہونے کے باوجود ان سب کو ایک جگہ پر رہنا ہے۔ اس مجمع کے اندر رہتے ہوئے ذاتِ باری تعالیٰ سے لو لگانی ہے۔ عقل و شعور کا استعمال بھی کرنا ہے اور عشق کا اظہار بھی کرنا ہے۔ دونوں معاملات بیک وقت کرنے ہیں۔ یہی امتحان ہے۔

دنیا کے تمام مذہب میں جتنے یکسوئی اختیار کرنے والے راہب یا رِشی ہوتے ہیں، اُن کا کسی غار یا علاحدہ جگہ میں بیٹھ کر اپنے خیال کے مطابق اپنے خدا کی پوجا کرنا، کم کھانا، کم سونا، کوئی فکر و فاقہ نہ ہونا، دنیا کی ہنگامہ خیزیوں سے بالکل بے نیاز ہو کر بیٹھ جانا، بڑا آسان کام ہے۔ اس میں امتحان کی کیا بات ہے؟ امتحان تو یہ ہے کہ انسان مجمع عام کے اندر اپنے نظریے اور فکر کی یکسوئی برقرار رکھے۔ ایسے مجمع میں جہاں ہر ہر قدم پر انسان کی طبیعت کے خلاف معاملہ ہونا ممکن ہے۔ ایسی بڑی اجتماعیت میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کی طرف ایسے متوجہ رکھے کہ نہ اُس میں جنسی خواہش کے اظہار کا جوش ہو، نہ کسی ڈسپلن کو توڑے، نہ اس اجتماع کے کسی محترم فرد سے جھگڑا اور لڑائی کرے۔ خلافِ طبیعت بات پیش آنے کے باوجود وہ اُسے برداشت کرے۔ اُس کی یکسوئی اور اللہ کی طرف توجہ میں فرق نہ آئے۔ یہ زیادہ بڑا مجاہدہ اور امتحان ہے۔

حج نظم وضبط اور اجتماعیت پیدا کرنے کا بھی گُر سکھاتا ہے۔ یہ ایسا مجمع نہیں کہ لوگ محض بغیر کسی نظریے کے جمع ہو گئے۔ نہیں! ہر ایک کو ڈسپلن میں رہنا ہے، تلبیہ پڑھنا ہے، اعلان کرنا ہے کہ: "لبّیک، اللّٰھمّ لبّیک، لا شریک لک لبّیک، إنّ الحمد و النّعمۃ لک و الملک، لا شریک لک۔" اس کی زبان، اس کا دماغ، اس کا قلب، اس کے جسم کے تمام اعمال اس نعرے کے ساتھ وابستہ رہنے چاہئیں۔ جب وہ یہ کہے کہ میں حاضر ہوں تو وہ جسم سے بھی حاضر ہو، دماغ سے بھی حاضر ہو، عقل سے بھی حاضر ہو۔ تمام تر قوتوں کے ساتھ وہ اللہ کے سامنے حاضر ہو۔ حج کرنے والے کے اندر یہ یکسوئی ایک ڈسپلن کے ساتھ ہو کہ طواف کے طے شدہ چکر لگانے ہیں، اپنی مرضی سے ویسے ہی خانۂ کعبہ کے چکر نہیں کاٹنے۔ اسی طرح ایک طے شدہ طریقۂ کار کے مطابق سعی کرنی ہے۔ مقررہ وقت پر اسے مکہ سے منیٰ اور پھر عرفات جانا ہے اور مقررہ وقت سے پہلے عرفات سے واپس نہیں آنا۔ مقررہ وقت پر ہی مزدلفہ سے جانا ہے۔ نیز طے شدہ طریقۂ کار اور اوقات کے مطابق رمی، حلق، طوافِ زیارت، اور منیٰ میں قیام وغیرہ کے باقی تمام مناسک ادا کرنے ہیں۔ اس کی ترتیب اور ڈسپلن لازمی اور ضروری ہے۔ گویا کہ تمام مناسک ایک منظم دائرے میں عمل میں لانے ہیں۔"

حجۃ الوداع میں غلبۂ اسلام کا اعلان

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

"نبی اکرمؐ نے حج اس وقت کیا، جب آپؐ کا ریاستی نظام جو مدینہ منورہ میں دس سال پہلے آپ قائم کر چکے تھے، اس نقطۂ عروج پر پہنچا کہ بین الاقوامی غلبے کا اظہار ہوا۔ اسی موقع پر اعلان کر دیا گیا کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (3:5) تمھارے لیے آج تمھارا سسٹم مکمل کر دیا گیا۔ تم پر خلافت و حکومت اور بین الاقوامی نظام کی نعمت مکمل کر دی گئی اور آئندہ قیامت تک کے لیے تمھارے لیے سوسائٹی میں اسلام کو بہ طورِ سسٹم کے قائم کرنے پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، قضا (فیصلہ) نہیں فرمایا۔ قضا فرمایا ہوتا تو اسلام کا نظام کبھی بھی قیامت تک ختم نہ ہوتا۔ اگر اللہ کا آرڈر آ جاتا کہ اب قیامت تک اسلام کا سسٹم نہیں بدلے گا تو پھر امتحان ہی کیا تھا؟ اسلام بہ طورِ عقیدہ، بہ طورِ رسم یا بہ طورِ محض جزوی اعمال کے نہیں! بلکہ بہ طورِ نظام کے قائم کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ تمھارا آئین، سیاسی معاشی اور اجتماعی نظام دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہوگا تو امتحان میں کامیابی اور اس کی رضا ہوگی۔ اسی بات کا اعلان حج کے موقع پر کیا گیا۔

لوگ رسمی طور پر عبادات تو بہت کرتے ہیں، لیکن دینی عقل و شعور کے حوالے سے دین کے نظریے اور اس کے سسٹم پر کوئی گفتگو نہیں ہوتی کہ دین ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جسے سمجھنا ضروری ہے۔ دین کا ایک ڈسپلن ہے، جسے قائم کرنا ہے۔ دین کا ایک سیاسی نظام ہے، جو سوسائٹی میں لانا ہے۔ دین کا ایک معاشی سسٹم ہے، جس کو غالب کرنا ہے۔ عجیب بات ہے! دنیا کی سات ارب کی آبادی میں دو ارب کے قریب مسلمان ہیں، لیکن دین مغلوب ہے۔ عبادات کا معاملہ بھی یہ ہے کہ مسلمانوں سے بھرے ہوئے شہروں میں مسجدیں ہیں کہ لوگوں سے خالی ہیں۔ نماز سے غفلت ہے۔ دین کے اعمال اور اس کے نظام سے غفلت ہے۔ یہ غفلتیں مجرمانہ ہیں، جو ہمارے فکر کے اندر انتشار پیدا کرتی ہیں۔ ہماری سوچ یکسو نہیں ہے۔ ہمارے اعمال کے اندر تضادات اور ٹکراؤ ہے۔ جو کچھ ہم کہتے ہیں، وہ کرتے نہیں۔ جو کچھ بولتے ہیں، وہ عمل میں نہیں۔ وعظ کہنے کا موقع ہو تو اچھا وعظ کہیں گے، عمل کرنے کا وقت آئے تو غائب۔ سیاسی لیڈر اپوزیشن میں ہو تو بڑا وعظ کہے گا، حکومت میں آ جائے تو سارے وعظ بھول جائے گا۔

ذوالحجہ کے اس مہینے میں اپنے دلوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا، اس کے شعائر، اس کی علامات، اس کے اَخلاق و کردار، اس کی اجتماعیت کو بہ طورِ نظام کے سمجھنا اور اس کو قائم کرنے اور اس کے غلبے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، اپنے قول و فعل میں یکسوئی پیدا کرنا بہت اہم ہے۔ ورنہ تو محض رسمی اعمال ہیں، ان کا ظاہری اظہار ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عزم اور ارادے کو درست کرنے، اپنے فکر و عمل کو صحیح کرنے اور دین کے غلبے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنے کی ہدایت دے۔ آمین!"

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

مسیح الملک حکیم حافظ اجمل خاںؒ

بیسویں صدی کے اوائل میں تحریکِ آزادی کے تناظر میں حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسنؒ کی جماعت کا کردار بلاشبہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس تحریک نے نہ صرف یہ کہ برِعظیم ہند کی آزادی کے لیے بھرپور کردار ادا کیا، بلکہ دنیا کی تمام تحریکات کے لیے نشانِ راہ متعین کیا۔ اسی تحریک کے ایک نمایاں رُکن مسیح الملّت حافظ حکیم اجمل خاںؒ بھی ہیں، جن کے تذکرے کے بغیر اس تحریک کا تعارف نامکمل رہتا ہے۔

حکیم اجمل خاںؒ 12/ فروری 1868ء کو ہندوستان کے نامور طبیب حکیم محمود خاںؒ کے ہاں دہلی میں پیدا ہوئے۔ حکیم محمود خاںؒ کا تعلق سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ اور ولی اللّٰہی جماعت کے دیگر اکابرینؒ سے تھا۔ حضرت سندھیؒ دیوبند میں تعلیم کے زمانے میں جب بیمار ہوئے تو انھیں حضرت شیخ الہندؒ نے حکیم محمود خاںؒ کے پاس علاج کے لیے بھیجا تھا۔ انھوں نے 1857ء کی جنگِ آزادی میں بھرپور کردار ادا کیا تھا۔ جس کی پاداش میں انگریز حکومت کے ہاتھوں موصوف کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن ان کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ یہی خوبیاں وراثت میں حکیم اجمل خاںؒ کے حصے میں آئیں۔ حکیم اجمل خاںؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ حفظِ قرآن حکیم کی سعادت، درسِ نظامی کی تکمیل اور طبِ یونانی میں کمال استعداد حاصل کی۔ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں میں مہارت حاصل کی۔ حکیم صاحبؒ نے 18 سال کی عمر تک منطق و فلسفہ، طبعیات، حدیث، تفسیر اور فقہ وغیرہ کی تکمیل کر لی تھی۔ تعلیم کے حصول کے بعد 1892ء میں رام پور میں شاہی طبیب تعینات ہوئے۔ وہاں قیام کے دوران رام پور کی لائبریری سے خوب استفادہ کیا۔ اسی دوران آپؒ کی ملاقات ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ سے ہوئی اور سیاسی امور کی جانب متوجہ ہوئے۔

1906ء میں جب مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کے نائب صدر منتخب ہوئے، لیکن جلد ہی لیگ کی پالیسیوں سے بیزار ہو کر علاحدہ ہوگئے۔ 1913ء میں امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کی ہدایت پر دہلی میں ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کی بنیاد رکھی تو اس کے سرپرستوں میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے ساتھ نواب وقار الملکؒ اور حکیم اجمل خاںؒ وغیرہ کے نام بھی شامل تھے۔

تحریکِ ریشمی رومال کے سلسلے میں جب حضرت شیخ الہندؒ کو دیگر رہنماؤں کے ہمراہ مالٹا کی جیل میں قید کر لیا گیا تو اس کے خلاف ملک بھر میں زبردست احتجاج ہوا۔ اسیرانِ مالٹا کی رہائی کے لیے نومبر 1917ء کو ایک ''انجمن اعانتِ نظر بندانِ اسلام'' قائم کی گئی، جس کے صدر راجہ محمد علی اور جنرل سیکرٹریز میں ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ اور حکیم اجمل خاںؒ شامل تھے۔ اس انجمن کے ماتحت ملک بھر میں ذیلی تنظیمیں قائم کی گئیں۔

حکیم صاحبؒ نے 1919ء میں امرتسر میں جلیانوالا باغ میں ہونے والے شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے کانگرس، جمعیت علمائے ہند اور خلافت کمیٹی کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا۔ 1920ء میں جب انگریزوں کے استبدادی نظام کے خلاف ترکِ موالات کا خاکہ تیار کیا گیا تو اس کے اوّلین نمائندوں میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ساتھ حکیم اجمل خاںؒ بھی پیش پیش تھے۔ اسی تحریک کے دوران حکومتِ وقت کی جانب سے ملنے والا ''حاذق الملک'' کا خطاب (1908ء) اور دیگر تمغے حکومتِ برطانیہ کو واپس کر دیے۔ تحریکِ ترکِ موالات میں موصوفؒ کی بے مثال قربانیوں کی وجہ سے قوم کی جانب سے ''مسیح الملک'' کا خطاب ملا، جو آپؒ کے نام کا حصہ بن گیا۔

اسی تحریک کے دوران ایک آزاد تعلیمی ادارے کے قیام کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا گیا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضرت شیخ الہندؒ کی تیار کردہ جماعت نے بھرپور کردار ادا کیا، جن میں حکیم اجمل خاںؒ کے ساتھ مولانا محمد علی جوہرؒ، ڈاکٹر ذاکر حسینؒ، ڈاکٹر سیف الدین کچلوؒ اور ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ کے نام نمایاں ہیں۔ 29/ اکتوبر 1920ء میں علی گڑھ کے ایک ویرانے میں چند خیموں کی شکل میں وجود میں آنے والے اس ادارے 'جامعہ ملیہ اسلامیہ' کا افتتاح حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا۔ آج یہ ادارہ دہلی میں مرکزی یونیورسٹی کی شکل میں موجود ہے۔ حکیم صاحبؒ اس عظیم ادارے کے ''شیخ الجامعہ'' مقرر ہوئے۔ آپؒ کی زیرِنگرانی اس ادارے نے خوب ترقی کی۔ جامعہ میں تعلیم کو جدید خطوط پر استوار کر کے دیگر تعلیمی اداروں کی نسبت ایک مثالی درس گاہ بنا دیا۔ دیگر رہنماؤں کے ساتھ ساتھ حکیم صاحبؒ جامعہ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہا کرتے تھے۔ آپؒ کے وصال کے بعد جامعہ کا ایڈمنسٹریٹو بلاک ''خیابانِ اجمل'' کے نام سے موسوم ہے۔

حکیم اجمل خاںؒ 1921ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے پانچویں صدر بھی منتخب کیے گئے۔ مسیح الملکؒ نے سیاسی امور کے علاوہ طب اور طبی تصانیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ آپؒ کی طبی تصانیف نے اس شعبے کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ طب سے متعلق مصروفیات کے سلسلے میں آپؒ نے یورپ کے اسفار بھی کیے۔ حکیم صاحبؒ نے اپنی جدوجہد اور اپنے سرمائے سے طبیہ کالج بھی قائم کیا۔ یہ کالج آج بھی ہندوستان کا بے مثال ادارہ ہے۔ جو آج آپؒ کے نام سے منسوب ہے۔ حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے خطاط، ادیب اور صاحبِ دیوان شاعر بھی تھے۔ اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ بعض جگہوں پر ان کا تخلص ''حافظ'' پایا جاتا ہے، لیکن بعد میں ''شیدا'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ آخری عمر میں دل کے عارضے میں مبتلا ہوگئے تھے۔ اسی بیماری کی وجہ سے آپؒ کا وصال 28/ دسمبر 1927ء کو رام پور میں ہوا، جب کہ تدفین دہلی میں کی گئی۔ آپؒ کے وصال کی ایک وجہ رام پور میں ایک شقی القلب کی جانب سے زہر دینا بھی بتایا جاتا ہے۔ موصوف کا ہی ایک شعر ہے ؎

درد کو رہنے بھی دے دل میں ، دوا ہو جائے گی
موت آئے گی تو اے ہم دم! شفا ہو جائے گی

www.rahimia.org

دینی مسائل

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

احکام و مسائلِ قربانی

1۔ ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے، جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب، یعنی شریعت کی مقرر کردہ مال کی مقدار کا مالک ہو۔

2۔ صاحبِ نصاب وہ آدمی ہے، جس کے پاس شرعی نصاب: (الف) ساڑھے سات تولہ خالص سونا، یا اُس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد مال ہو۔ (ب) یا ساڑھے باون تولہ (52.1/2) خالص چاندی کا مالک ہو۔

3۔ اس مال کی ملکیت پر پورا سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر ۱۰؍ذی الحج کی صبح صادق سے لے کر ۱۲؍ذی الحج کے غروبِ آفتاب تک کے تین دنوں میں اتنے مال کا مالک بن گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

4۔ گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

5۔ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہو، تب بھی اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو وہ نفل ہوگی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

6۔ فقیر محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

7۔ ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہو، اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر قربانی کر لے تو ہو جائے گی۔

8۔ جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے، خواہ وہ مال دار ہو یا نہ ہو۔

قربانی کے جانوروں سے متعلق مسائل

1۔ شرعی طور پر درجِ ذیل عمروں کے صرف یہی جانور قربانی کے لیے مقرر ہیں:

نمبر شمار	قربانی کے جانور	مقررہ عمر
۱	اونٹ۔ اونٹنی۔	کم از کم پانچ سال
۲	بیل۔ گائے۔	کم از کم دو سال
۳	بھینسا۔ بھینس۔	کم از کم دو سال
۴	بکرا۔ بکری۔	کم از کم ایک سال
۵	دُنبہ۔ بھیڑ۔	کم از کم ایک سال

ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں، البتہ اگر بھیڑ، یا دُنبہ چھ ماہ سے بڑا اور سال بھر سے کم کا ہو، لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔

2۔ گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر لیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔ اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصے دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو۔ تو کسی حصے دار کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

3۔ چھوٹے جانور؛ بھیڑ، بکری، وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے، بلکہ ایک شخص کی جانب سے صرف ایک ہی جانور قربان ہو سکتا ہے۔

4۔ اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ آدمی یا چھے آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں، تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

5۔ اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

6۔ سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات حصے بناتے وقت اندازے سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔

7۔ قربانی کا جانور صحیح اور بغیر کسی جسمانی عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، جن میں درج ذیل عیب یا خرابیاں ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہو۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا، جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں، لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو (البتہ اُس جانور جس کے کان تو ہیں، لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیے گئے ہوں۔ بھیڑ، بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)۔

۸۔ جانور خنثیٰ ہو، یعنی اُس کے نر یا مادہ ہونے کا پتہ نہ چلتا ہو۔

قربانی کرنے کے ایام اور اوقات

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کے شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ اور پھر بارھویں تاریخ ہے۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ جب لوگ نمازِ عیدالاضحیٰ پڑھ لیں، تب قربانی کرنی چاہیے۔

3۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذوالحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

ذبح اور گوشت سے متعلق مسائل

1۔ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح نہ کرے یا ذبح کے وقت سامنے نہ کھڑا ہو تو قربانی کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

www.rahimia.org

2۔ قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے اور فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کردے سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

3۔ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

4۔ نذر کی وَجہ سے واجب ہونے والی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

5۔ قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی/چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کرنے اور کھال اُتارنے کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

6۔ قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسّی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کردیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے، البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

تکبیرِ تشریق کے احکام

1۔ عرفہ یعنی نو ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک پانچ دن ''ایامِ تشریق'' کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق کہنا واجب ہے۔ تکبیرِ تشریق یہ ہے: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔

2۔ ۹/ذوالحجہ کی نمازِ فجر سے لے کر ۱۳/ذوالحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل 23 نمازیں ہوئیں۔

3۔ نمار کے فوراً بعد تکبیرات کہنی چاہئیں۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے، تب کہیں۔

4۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنی چاہیے۔

5۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیرِ تشریق کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ عیدالاضحیٰ ہے۔ جس مسلمان پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے، عیدالاضحیٰ کے دن اس پر جماعت کے ساتھ دو رکعت نمازِ عیدالاضحیٰ بطورِ شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔

2۔ عیدالاضحیٰ کے دن درجِ ذیل اعمال مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔

۳۔ غسل کرنا۔ ۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے، جو پاس موجود ہوں، پہننا۔

۶۔ خوشبو لگانا۔

۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ ۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔

۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔ ۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اوّل وقت پڑھنا۔

۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرِ تشریق، یعنی: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' کہنا۔

۱۲۔ عیدگاہ کی طرف پیدل جانا۔ ۱۳۔ دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

3۔ جہاں نمازِ عید پڑھی جائے، وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نمازِ عید سے پہلے بھی اور نمازِ عید کے بعد بھی۔ ہاں نمازِ عید کے بعد گھر آکر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

4۔ عورتیں اور جو لوگ کسی وَجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں، ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

5۔ ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں پر جائز ہے۔

نمازِ عیدالاضحیٰ کا طریقۂ کار اور اس سے متعلق مسائل

1۔ سب سے پہلے نیت کرے کہ: ''دو رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔'' نماز کی ادائیگی کا طریقۂ کار یہ ہے:

پہلی رکعت: تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام اور مقتدی **سبحانک اللّٰھم** آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ **اللّٰہ اکبر** کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین مرتبہ **سبحان اللّٰہ** کہہ لے۔ اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح سورتِ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھی جائے اور رکوع و سجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت: امام پہلے قرأت کرے گا، اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین تکبیراتِ زائدہ ادا کی جائیں۔ ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے ہی رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجدوں کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے، یعنی اس وقت بولنا، چلنا پھرنا اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

3۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہوا، پھر کسی وَجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اَور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر اُن کے لیے جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔

ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ مین کیمپس لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کرکے اپنا نام درج کروالیں۔

گائے میں قربانی کا ایک حصہ تقریباً مبلغ **-/10,000** روپے

رابطہ: حافظ محمد شفیق (ناظم دفتر ادارہ) **0321-6455369**

قربانی کے موقع پر ادارہ رحیمیہ سے تعاون کریں!

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے وابستہ احباب اور معاونین ملک بھر میں ادارہ کے لیے قربانی کی کھالیں جمع کرتے ہیں۔ متعلقین اور متوسلین اور دیگر تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی قربانی کی کھالیں یا اُسے فروخت کرکے اُس کی قیمت ادارہ میں جمع کرانے کے لیے بھرپور تعاون کریں۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔